



محدث فتویٰ
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ”حسن صحیح“ ”حسن غریب“ ”حدیث غریب“ سے کیا مراد ہے؟ (فتاویٰ المدینہ: 45)

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

!و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

!الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ”حسن صحیح“ یہ سب سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ اس قول کی توجیہ ذکر کرنے میں علماء کا بہت زیادہ اختلاف ہے لیکن اس اختلاف کے باوجود اطمینان کے لائق اس میں میں نے کوئی بھی قول نہیں پایا۔ قابل اعتماد بات یہی ہے کہ یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اصطلاح کہ جس پر وہ چلے لیکن اس کی وضاحت انھوں نے نہیں کی۔ ”حسن غریب“ پر قول واضح ”حدیث حسن“ کے برخلاف ہے یعنی ”حسن سنداً“ مطلب سند کے اعتبار سے حسن ہے اور غریب اس لحاظ سے ہے۔ کہ اس کے رواۃ میں سے ایک راوی متفقہ دے۔ چاہے۔ ”تفرد مطلق“ ہو یا ”تفرد نسبی“ ہو لیکن اگر کسی حدیث کے بارے میں ”حسن“ کہیں اور حسن کے ساتھ غریب کا لفظ ملا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ تو طالب علم پر لازم ہے کہ اس نکتہ کے بارے میں متنبہ ہو۔ یعنی جس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ”حدیث حسن“ لکھے تو اس سے مراد ایسی حدیث کہ جو سنداً ضعیف ہے۔ تو وہ ”حسن“ تب ہوگی کہ جب اس کے لیے متابعات اور شواہدوں اور اس کے ساتھ یہ حدیث ضعیف سے حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی۔ ہے۔ کیونکہ اس کا متن ایک اور سند سے آجاتا ہے اگر صرف حدیث کہ جو سنداً ضعیف ہے۔ ”حدیث غریب“ کہیں تو اگر ایسی حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہیں۔

اس کے مقابلہ میں ایک اور حدیث ہے۔ ”ترمذی (6778) میں:

”..... عَنْ ثُبَّانٍ مَوْلَىٰ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ“

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”حدیث حسن صحیح“ میں کہتا ہوں کہ ثبّان مجھول ہے۔ اس ثبّان کو کسی معتبر محدث نے ثقہ نہیں کہا۔ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ ”امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ”حسن غریب“ تو اس کے بارے میں میں نے البانی سے کسی کیسٹ میں سنا فرماتے ہیں کہ اس سے ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد ”حسن لذالہ“ ہے یہ بات اس کے برخلاف ہے کہ جو انھوں نے یہاں کی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے النکت (8/402) میں فرمایا ”کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ جب وہ کسی حدیث کے بارے میں حسن کہیں تو ان کے نزدیک اس حدیث سے دلیل پکڑنا لازمی نہیں ہے انھوں نے ایک حدیث بیان کی ہے۔

:غشید البصری عن الحسن بن عمران بن حصین کے طریق سے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:

”بہا حدیث حسن، لیس اسنادہ بذاک القام“

تو ظاہر یہ ہوتا ہے کہ حسن کی تعریف سے ان کی مراد ”العلل“ نہیں۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ ایسی چیز کا بیان کہ جو بعض علماء کے نزدیک قابل حجت ہے۔ باوجود یہ کہ اس کی سند میں ضعیف ہے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے میں رکاوٹ ہے۔ گویا انھوں نے اس کی تعریف جو معنا صحیح ہے لیکن لفظاً صحیح نہیں ہے۔

بعض علماء نے ایسی حدیث کو قیاس پر مقدم کیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایسا کرتے تھے۔ یعنی قیاس پر ضعیف حدیث کو وہ ترجیح دیتے تھے۔ تو وہ حدیث ہے کہ جس کی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تعریف کی ہے۔ گویا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ نہیں ہے کہ اس حدیث کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا درست ہو تو انھوں نے بہت ساری احادیث کے بعد ”حدیث حسن لیس اسنادہ بذاک القام“ انھوں نے کہا ہے اس مسئلہ کو ہم نے پوری وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب ”الحسن المجموع الطرق“ میں ذکر کیا ہے کہ جسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ”حدیث غریب“ اس سے مراد حدیث کا ضعف ہے کہ جس طرح شیخ البانی وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب ”الحسن المجموع الطرق“ میں ذکر کیا ہے کہ جسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بات کہی ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ البانیہ

اصول حدیث علل حدیث اور اسماء رجال کا بیان صفحہ: 278

